www.KitaboSunnat.com

دار الافتاء

شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی

عثمانی اذان کی شرعی حیثیت

مَیں نے جمعہ کی پہلی اذان کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے بتایا تھا کہ یہ اذان خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ کے زمانے میں شروع ہوئی تھی، پھر اُس کے جواز پر اجماع ہو گیا۔ میرا یہ جواب دیگر سوالوں کے جواب کے ساتھ ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور کی اشاعت ۶ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا تھا۔ جس پر "الاعتصام" کے اسی شمارے میں حافظ صلاح الدین یوسف صاحب نے تعاقب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ مطلقاً جواز محلِ نظر ہے۔ چنانچہ انھوں نے بعد ازاں "الاعتصام" کے مسلسل چار شماروں میں مولانا عبید اللہ عفیف صاحب کا ایک تفصیلی مضمون شائع کیا جو چار قسطوں میں مکمل ہوا۔ اسی بناء پر مَیں چند نکتوں کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں، لیکن بطورِ تمہید یہ عرض کر دوں کہ جمعہ کی پہلی اذان، جس پر عمل دورِ صحابہؓ سے آج تک شائع اور ذائع ہے، اِن مسائل سے نہیں جسے بدعت قرار دے کر ختم کرنے کی ضرورت ہو، بلکہ اس کے بالمقابل جو قصبوں، دیہاتوں اور شہروں میں جگہ جگہ جمعوں کے تعدّد کو بنیاد بنا کر یہ کہا جاتا ہے کہ ایسی صورت میں پہلی اذان کی ضرورت ہی نہیں رہتی، وہ محلِ نظر ہے، کیونکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جمعہ کے لئے مسجدوں کی یہ بھرمار نہ تھی بلکہ جمعہ مسجدِ نبوی میں ہی ہوتا تھا۔ آج اس سنت کے احیاء کی زیادہ ضرورت ہے تاکہ لاؤڈ سپیکروں کی آوازوں کا باہمی ٹکراؤ اور شور گم ہو کر مسلمانوں کی اجتماعیت مستحکم ہو۔

اس ابتدائی بات کے بعد اصل مسئلہ کی وضاحت کے لئے ہم چند نکات پیش کرتے ہیں:

۱۔ کیا جمعہ کی پہلی اذان شرعی ضرورت تھی یا انتظامی تدبیر؟

۲۔ کیا مقام زوراء پر اس اذان کا ہونا غیر شرعی ہونے کی بناء پر تھا؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳- یہ اذان کیوں عام ہوئی نیز کیا اس کی ضرورت ختم ہو چکی ہے ؟
۴- خلفائے راشدین کی سنت کا سنتِ رسول ﷺ سے کیا تعلق ہے ؟
۵- بعض ائمہ کا اس کو بدعت کہنا کیا مفہوم رکھتا ہے ؟

تفصیل :-

۱- جمعہ کی پہلی اذان کے ختم کرنے والوں کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ کی جمعہ کیلئے پہلی اذان کے اضافے کی اصل وجہ کا تعین ٹھیک طور سے نہیں کر سکے۔ اسی لیے وہ اسے کبھی انتظامی تدبیر قرار دیتے ہیں کبھی مقامی اور کبھی ہنگامی ضرورت۔ حالانکہ یہ کوئی مقامی یا ہنگامی مسئلہ نہیں تھا، بلکہ شرع میں اس کی مثال پہلے بھی موجود تھی، وہی اس کے مطلق جواز کی دلیل ہے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب آپ نے صبح کی نماز کے لئے نیند سے بیداری کے بعد تیاری کی ضرورت محسوس کی تو صبح کی اصل اذان سے قبل ایک اذان کا اضافہ کر دیا۔ جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ دیا کرتے تھے[1] اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کی آبادی بڑھ جانے کی بناء پر یہ ضرورت محسوس کی کہ جمعہ کی اصل اذان سے قبل تیاری کے لئے ایک مزید اذان کی ضرورت ہے، تو انھوں نے پہلی اذان کا اضافہ کر دیا۔ جس سے بڑا مقصد یہی تھا کہ نمازی خطبہ شروع ہونے سے قبل جمعہ کی مبارک گھڑیوں کا ثواب حاصل کر سکیں، جن کی صراحت صحیح احادیث میں موجود ہے۔

بعض علماء نے اس کے شرعی ہونے کا اصل یہ بھی قرار دیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اس اذان کو دیگر نمازوں کی اذان پر قیاس کیا تھا، جیسے تمام نمازوں کی اذان نماز کھڑی ہونے سے کچھ دیر پہلے ہوتی ہے، اسی طرح جمعہ کا خطبہ جو نماز کے قائم مقام ہے، سے کچھ دیر قبل اذان مناسب سمجھی۔ لہٰذا انھوں نے اسے عام نمازوں کی اذان پر ہی قیاس کر کے اس کے شرعی ہونے کی دلیل پیش کی ہے۔ بہر صورت وجہ کچھ بھی ہو اس کے لئے شرعی دلیل موجود ہے۔ اس لیے یہ اذان مشروع ہے[2]

۲- جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ عثمانی اذان شرعی دلیل کی بنیاد پر ہی شروع کی گئی تھی۔ چنانچہ اس اذان

[1] اس بارے میں میرا تفصیلی مضمون "الاعتصام" کے ۹ ستمبر ۱۹۸۹ء کے شمارہ میں شائع ہو چکا ہے۔ اور اس کا خلاصہ ۶ اکتوبر ۱۹۸۹ء کے شمارہ میں "عثمانی اذان" کے ساتھ دیگر اسلئے کے جواب میں دوبارہ پیش کر دیا گیا تھا۔

[2] فتح الباری جلد ۲ ص ۳۹۴ ملاحظہ ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا مقام زوراء پر مسجد سے دُور ہونا کوئی شرعی حیثیت نہیں رکھتا۔ اذان کا اصل مقصد اطلاع دینا ہوتا ہے۔ جہاں سے اطلاع کا اصل مقصد پورا ہو سکے وہی مقام اس کے لئے موزوں ہوتا ہے۔ خود مولانا عبید اللہ عفیف صاحب اپنے مضمون کی تیسری قسط میں "تیسیر العلام" کے حوالے سے ایسی توجیہ پیش کر چکے ہیں جو حدیث ابی داؤد سے بھی ثابت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ صبح کی اذان مسجد سے باہر بنی نجار کی ایک عورت کے مکان پر دیا کرتے تھے جو نسبتاً بلند تھا۔ چونکہ زوراء مدینہ کی اس وقت کی مارکیٹ پر تھا۔ اس لئے کاروبار میں مصروف لوگوں کو تیاری کے لئے اطلاع دینے کی ضرورت بھی وہاں زیادہ تھی، جس سے بازار کے قریب آبادی کو بھی اطلاع مل جاتی تھی۔ لہٰذا اس بات کی کوئی زیادہ اہمیت نہیں کہ مقام زوراء مسجد نبوی سے کتنے فاصلے پر تھا؟ مولانا موصوف نے مدینہ منورہ کے مشہور قاضی شیخ عطیہ محمد سالم کے حوالے سے اس کا مقام متعین کرنے کی جو کوشش فرمائی ہے اس کا اصل مسئلہ سے خاص تعلق نہیں۔ میں نے آج سے تقریباً بیس سال قبل یہ جگہ دیکھی تھی جو باب المصری کے بائیں جانب بازار سے بجانب مغرب تھی اس وقت وہاں مسجد فاطمہ موجود تھی جس سے چند گز دُور مالک بن سنان صحابی کا مدفن بھی تھا۔ شیخ عطیہ مسجد فاطمہ نزد قبر مالک بن سنان کو مقام زوراء بتاتے ہیں آج کل یہ دونوں جگہیں مسجد نبوی کی توسیع میں شامل ہو چکی ہیں۔

شیخ موصوف میرے مدینہ منورہ میں حصولِ تعلیم کے دوران میرے محترم اساتذہ میں سے تھے وہ خود بھی عثمانی اذان کی مشروعیت کے قائل ہیں۔ اس کا ذکر انہوں نے اپنے استاد شیخ محمد امین شنقیطی (جن کے تلمذ کا مجھے بھی شرف حاصل ہے) کی تفسیر "اضواء البیان" کی تکمیل کرتے ہوئے اس کی آٹھویں جلد صفحہ ۲۶۶ میں صراحتاً کیا ہے۔ میں اپنے زیرِ بحث فتویٰ میں اپنے اُستاذ مکرم حضرت حافظ عبد اللہ محدث روپڑیؒ کے حوالے سے بھی تائید پیش کر چکا ہوں کہ اذان سے مقصد بذریعہ توحیدی کلمات اعلان ہی ہے۔ اس میں بازار یا دوسری جگہ کی خصوصیت کا کوئی دخل نہیں۔ شانِ نزول کی طرح سببِ حدیث کے اصولوں میں یہ بات مسلمہ ہے کہ خاص جگہ یا اشخاص میں شریعت محدود نہیں ہوا کرتی۔ اَلْعِبْرَةُ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا بِخُصُوْصِ السَّبَبِ۔

۳۔ چونکہ عثمانی اذان کا سبب شرعی تھا۔ مسلمانوں کا پھیلاؤ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ اور اس کے بعد برابر زیادہ ہی ہوتا رہا ہے۔ اس لئے اس اذان پر عمل بھی برابر جاری رہا۔ اس کو امام زہریؒ نے فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰی ذٰلِكَ سے روایت کیا ہے۔ جس کا مفہوم واضح ہے کہ حضرت عثمانؓ کے اس عمل کا سلسلہ بعد کے زمانوں میں بھی چلتا رہا اور اس پر رواج قائم رہا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن ابی ذئبؒ جن کو ورع و تقویٰ کے اعتبار سے امام احمد بن حنبلؒ نے امام مالکؒ پر بھی مقدم سمجھا ہے نے اس اذان کے بارے میں فَثَبَتَ عَلٰی ذٰلِكَ حَتّٰی السَّاعَةِ [۱] کے الفاظ بھی ذکر کیے ہیں یعنی اُن کے زمانے تک یہ عمل قائم تھا۔ ان کبار ائمہ کی الفاظ حدیث کی ایسی روایتوں کے بعد ان الفاظ کا مفہوم یہ بتانا کہ یہ اذان صرف امام ابوداؤدؒ وغیرہ کے زمانہ میں عام ہوئی، کبار ائمہ کو فہم حدیث میں تلقین کے مترادف ہے۔

ادارہ "الاعتصام" مولانا عبید اللہ عفیف صاحب کی تائید سے گھڑیوں، لاؤڈ سپیکر وغیرہ کی موجودگی اور مساجد کی کثرت کی وجہ سے جو اس ضرورت کو اب اہمیت نہیں دے رہا تو یہ بنیاد بھی درست نہیں، کیونکہ ضرورت صرف نماز کے وقت کی اطلاع دینے کی نہیں ہوتی، بلکہ نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے وقت سے پہلے تیاری کے لئے خبردار کرنے کی بھی ہے۔

ہم اوپر صبح کی پہلی اذان کے بارے میں یہی توجیہ پیش کر چکے ہیں جو اسی طرح نماز کے وقت سے پہلے ہوتی تھی۔

وقت سے پہلے نماز یا خطبہ کی تیاری وقتی اور ہنگامی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایک مستقل ضرورت ہے۔ اسی لیے اس عمل پر اعتراض صحابہؓ کے زمانہ میں ہوا اور نہ بعد میں اس کی مذمت کسی نے کبھی اس وجہ سے کی۔ مولانا عبید اللہ عفیف بھی دلائل تو اس کے بدعت قرار دینے کے پیش کرتے ہیں لیکن دبے لفظوں ضرورت کی بنا پر جوازِ عمل تسلیم کرتے ہیں۔

۴۔ ہفت روزہ "الاعتصام" نے اپنے تعاقب کی چوتھی قسط میں خدشات کے زیر عنوان خلفائے راشدین کی سنّت کی بحث کا جس انداز سے سنّتِ رسولؐ سے معارض ہونے کا ذکر کیا ہے، نامناسب ہے۔ ابتداء ہی سے خلفائے راشدین کے طرزِ عمل کو سنّت سے ٹکرانا اور اسے غلط بتانا درست طریق کار نہیں، جبکہ دیگر صحابہؓ سے اس پر نکیر بھی وارد نہ ہوئی ہو۔ اگر خلفائے راشدین کا طرزِ عمل سنّت سے انحراف کا ہو تو حدیث میں اس پر سنّت کا اطلاق بھی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے نہ صرف سنّت کا لفظ بولا بلکہ اسے مضبوطی سے اختیار کرنے کی تلقین بھی فرمائی (عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ .... الحدیث) اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ خلفائے راشدین کا طریقہ اللہ کے رسول کی سنّتوں کے مختلف پہلوؤں ہی کی وضاحت ہوتا ہے۔ اس لئے دونوں کے بظاہر مختلف نظر آنے پر پہلی

[۱] فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۳۹۴۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت دونوں کو جمع کرنے کی اختیار کرنی چاہیے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اذان میں بوجوہ موجود ہے۔ ان کے طرزِ عمل کو آپؐ نے اپنے طریقے کے ساتھ اسی لئے جمع کیا کہ وہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہونے کے منصب سے دین اور اس کے مختلف پہلوؤں کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کے بارے میں دین میں تبدیلیاں کرنا یا بگاڑ کا تصور اتنا آسان نہیں، خصوصاً جمعہ کی پہلی اذان جیسا مسئلہ جس پر نہ صرف صحابہؓ نے اعتراض نہیں کیا بلکہ رواج اس پر پختہ ہوا۔ البتہ اگر رسول کریمؐ کی سنت سے خلفائے راشدین کی کسی رائے کے اتفاق کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو بلا شبہ شریعت صرف سنتِ رسول اللہ ہی ہوگی۔ کیونکہ خلفائے راشدین کو شریعت میں اضافہ کی اجازت نہیں، لیکن جس بات کی دلیل شریعت میں موجود ہو، وہ شریعت میں تبدیلی یا اضافہ نہیں ہوتی جیسا کہ اذانِ عثمانی کے بارے میں اوپر واضح ہو چکا۔

ایسی چیزوں کے بارے میں ہی سنت خلفائے راشدین کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ ورنہ اگر ہر بات جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود ہو، وہی سنت ہو تو آپؐ نے اپنی سنت کے ساتھ خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرنے کا حکم ہی کیوں فرمایا؟

واضح ہے کہ وہ بظاہر ایک الگ فعل ہوگا لیکن دلیلِ شرعی کے تحت آجانے کی وجہ سے سنتِ رسول کا تتمہ ہوتا ہے۔

۵۔ "الاعتصام" کو اذانِ عثمانی کے بارے میں بعض ائمہ کے لفظ "بدعۃ" یا "محدث" سے غلط فہمی ہوئی ہے کہ یہ شاید ان کے نزدیک اصطلاحی بدعت کی مذموم شکل ہے۔ حالانکہ ائمہ ایسی نئی صورتوں کو بھی لفظ محدث ہی سے تعبیر کرتے ہیں جن کی شکل نئی ہو۔ خواہ اس کی دلیل شریعت میں موجود ہو۔

چنانچہ عبداللہ بن عمرؓ کا عثمانی اذان کو بدعت کہنا اسی معنی میں ہے جس معنی میں ان کے والد عمرؓ بن خطاب نے باجماعت تراویح کو نعمت البدعۃ ھٰذہٖ کہا تھا۔ یہ بدعت کا لغوی معنی میں استعمال ہے جس طرح حضرت عمرؓ نے تراویح کو باجماعت صورت میں رواج دیا، اسی معنی میں ان کے بیٹے عبداللہؓ نے اذانِ عثمانی کے رواج کو بدعت سے تعبیر کیا۔ حضرت عمرؓ و عثمان رضی اللہ عنہما دونوں خلیفہ راشد ہیں، اور اسی حیثیت میں ان کا طرزِ عمل شرعی حجت کی بنا پر قابلِ اطاعت ہے۔ باقی رہا حضرت علیؓ کا کوفے میں عمل کہ انھوں نے عثمانی اذان کو چھوڑ دیا تھا تو یہ کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں۔ کوئی بھی حضرت عثمانؓ کی اذان کے وجوب کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائل نہیں، لیکن اس سے عثمانی اذان کا غیر مشروع ہونا لازم نہیں آتا۔ ممکن ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں کوفہ کے علاوہ دیگر علاقوں میں عثمانی اذان کو باقی رکھ کر خود اس پر عمل صرف کوفہ میں اس لئے چھوڑ دیا ہو کہ کوفے والوں کا رجحان بنوامیّہ کی مخالفت کا تھا۔ ظاہر ہے کہ حضرت عثمانؓ بنوامیہ سے تھے اور انہی کی ہمدردی کے دعویٰ سے شام وغیرہ میں حضرت معاذؓ کوفہ والوں کے خلاف برسرِپیکار تھے۔ ایسی مصلحتیں مباحات میں اختیار کرنا کسی کے نزدیک معیوب نہیں۔ بہرصورت حضرت علیؓ کی وسیع مملکت میں صرف کوفہ میں ایک اذان پر اکتفاء عثمانی اذان کی غیر مشروعیت کی دلیل نہیں بن سکتا۔ بالخصوص جب کہ حضرت علیؓ سے اس اذان کی زبانی مخالفت نہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں ثابت ہے نہ اُن کے بعد۔ یہی توجیہ اگر سامنے رہے تو بعض سلف مثلاً حسن بصریؒ، زہریؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ کی آراء کی وجہ بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ تینوں بھی اہلبیت کے ہمدردوں میں شمار کئے جاتے ہیں، لیکن ان میں سے کسی نے بھی عثمانی اذان کو غیر شرعی نہیں کہا۔ مزید وضاحت مضمون کی طوالت کا باعث ہو گی۔

ہماری مذکورہ بالا گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ عثمانی اذان کے رواج کے خلاف تگ و دو کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ایک جائز امر جس کے جواز پر اجماعِ امت موجود ہو، احیائے سنّت کی سرگرمیوں کے درمیان رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ اگرچہ بعض مخصوص علاقوں میں جب بعض لوگوں نے اپنی بدعات کو سہارا دینے کے لئے اذانِ عثمانی سے استدلال کی کوشش کی تو بعض اہلِ علم نے اس مصلحت سے اذانِ عثمانؓ کو چھوڑ کر جمعہ کی ایک اذان پر اکتفاء کرنے کو ترجیح بھی دی کہ برِصغیر پاک و ہند کے بعض علماء اور مصر و شام کے شیخ احمد محمد شاکرؒ اور شیخ محمد ناصر الدین البانی وغیرہ کی توضیحات سے بھی یہی مقصود ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

رحمانیہ کیسٹ

- لائبریری کی خدمات کو عنقریب بہت وسیع کیا جا رہا ہے۔
- نی اکال ملکی و غیر ملکی قراء کی تلاوت وعدہ باترجمہ و بغیر ترجمہ، مناظرہ جات، کونشن اور سیمینار کے کیسٹ دستیاب ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ